ڈی این اے ٹیسٹ کی شہادت کے حوالے سے مختلف مکتبہ ہائے فکر کے مدارس کے فتاویٰ کا جائزہ

There are different areas for DNA test evidence Review of the fatwa of madrassas of thought

عظمیٰ صفات: اسسٹنٹ پروفیسر/پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ، جی سی یونیورسٹی لاہور
ڈاکٹر محمد سلطان شاہ: ڈین فیکلٹی آف لینگویجز، اسلامک اینڈ اورینٹل لرننگ، جی سی یونیورسٹی لاہور

Abstract:
DNA test is a most powerful tool for human identification and has clear forensic applications in identity testing especially in crime scene and parentage determination. The advent of fingerprinting has revoluntionized the science of crime detection. This technique when performed according to strict guidelines is highly reliable not only in convicting criminals but also helps in exonerating innocent individuals. Shortly the development of forensic DNA profiling has an important role in forensic investigations. In this research paper it is tried to determine that DNA test can be used as evidence for which point of views of different Islamic Schools of thought has been analysed and in this regard a questionnaire was developed and sent to different Dar al-Ifta. In the end the view points of differnt schools of thought has been analyzed which shows that DNA test as anevidence is permitted by all of them in the determination of the parentage of a child and permitted by few schools of thought and prohibited by others in cases pertaining to Hudud-o-Qisas especially in rape cases.
Key Words: DNA, DNA Printing test, Fatawa, DNA evidence.

جینیٹک سائنس سے جہاں بہت سے امراض کا علاج ممکن ہو گیا ہے۔ وہاں بہت سے شرعی مسائل بھی جنم لے چکے ہیں۔ چونکہ یہ سائنس انسان کی شناخت کو واضح کرتی ہے لہٰذا مجرم کی شناخت، ثبوت نسب اور حدود و قصاص جیسے معاملات میں اس کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ اس ڈی۔این۔اے۔ ٹیسٹ سے کس حد تک فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور بطور ثبوت کے اس کا درجہ کیا ہے۔ اس بارے میں ایک سوالنامہ تیار کیا گیا اور مختلف مکاتب ہائے فکر (Schools of Thought) کے دارالافتاء سے فتاویٰ حاصل کیے گئے تاکہ ان کا تجزیہ کر کے کوئی نتیجہ نکالا جائے۔

ڈی۔این۔اے۔ ٹیسٹ کا تعارف :

ڈی ۔ این ۔ اے۔ علم الحیات (Biology) کے شعبہ علم التوارث (Genetics) کی اصطلاح ہے۔ اس اصطلاح کا پورا نام " ڈی آکسی رائبو نیو کلک ایسڈ (Deoxy Ribonucleic Acid) " ہے۔ مختصر الفاظ میں اس کی تعریف یوں کی جاسکتی ہے کہ " ڈی۔این۔اے۔ ایسے موروثی مادے کا نام ہے جو ہر ذی روح میں موجود سینکڑوں خلیوں میں پایا جاتا ہے اور ایک نوع کے ذی روح کو اسی نوع کے دوسرے ذی روح سے ممتاز کرتا ہے۔[1]

ڈی۔این۔اے میں تین طرح کے اجزائے ترکیبی ہوتے ہیں۔

i. فاسفورک ایسڈ(Phosphoric Acid) جو فاسفیٹ گروپ(Phosphate group) کسی صورت میں ہوتا ہے۔

ii. ڈی۔آکسی رائبوز(Deoxy-Ribose)نامی شکر جو ایک پانچ کاربنی شکر(Pentose) ہے۔

iii. نائٹروجن اساسیں(Nitrogen Bases)جو چار قسم کی ہوتی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔

a) ایڈینین (Adenine) جسے مخففA سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

b) گوانین(Guanine) جسے مخففGسے ظاہر کیا جاتا ہے۔

c) سائٹوسین(Cytosine) جسے مخففC سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

d) اور تھائی مین(Thymine) جسے مخففT سے ظاہر کیا جاتا ہے۔

پہلی دو نائٹروجن اساسوں کو پیورین (Purine) اور آخری دو نائٹروجن اساسوں کو پائریمیڈین(Pyrimidine) بھی کہتے ہیں۔دو مختلف قسم کی اساسیں مل کر ایک بیس پیئر (Base Pair)بناتی ہیں. جیسےA-Tاور G-C وغیرہ۔[2]

ڈی۔این۔اے نشانات اور ڈی۔این۔اے۔ڈیٹا بیس۔:(DNA Markes and DNA Data bases)

ڈی۔این۔اے نشانات جو کہ ڈی۔این۔اے کے دہرائے جانے والے تسلسل کا دوسرا نام ہے۔یعنی ڈی۔این۔اے کے دہرائے جانے والے تسلسل کو ڈی۔این۔اے نشانات(DNA Markers) بھی کہتے ہیں۔[3]

یہ ڈی۔این۔اے مارکرز انسانی جینوم میں جگہ جگہ پائے جاتے ہیں۔مثلاً

a) آٹوسومز ڈی۔این۔اے مارکرز(Autosomes DNA Makers)

جو22آٹوسومز کے جوڑوں میں پائے جاتے ہیں۔

b) x۔کروموسوم ڈی۔این۔اے۔مارکرز(X- chromosome DNA Markers) جو X کروموسومز میں پائے جاتے ہیں۔

c) y۔کروموسوم ڈی۔این۔اے۔مارکرز(Y- chromosome DNA Markers) جو Y کروموسومز میں پائے جاتے ہیں۔

d) مائٹوکونڈریا کے ڈی۔این۔اے۔مارکرز(Mitchondrial DNA mt DNA Makers) جو مائٹوکونڈریا کے ڈی۔این۔اے۔میں پائے جاتے ہیں۔[4]

مختلف قسم کے ڈی این اے مارکرز کو بروئے کار لاتے ہوئے کسی بھی مخصوص علاقے، نسل، خطے یا آبادی کا وہ ریکارڈ جو کمپیوٹر میں محفوظ کر لیا جاتا ہے اور کسی بھی قسم کے جرم یا حادثے یا عدالتی مقدموں میں انسانی شناخت کے لیے استعمال میں لایا جاتا ہے۔اس قسم کے کمپیوٹرائزڈ ریکارڈ کو ڈی۔این۔اے۔ڈیٹا بیسز(DNA Databases) کہتے ہیں۔

ڈی۔این۔اے۔ٹیسٹ کرنے کا طریقہ :

ڈی۔این۔اے ٹیسٹ کے قانونی استعمال کیلئے ڈی۔این۔اے نمونہ جات کو مختلف مراحل سے گزارا جاتا ہے۔ڈی۔این۔اے نمونہ جات جو دو طرح کے ہوئے ہیں۔

1. وہ نمونہ جات جو جائے وقوعہ / جائے واردات پر پائے جانے والے حیاتیاتی ثبوتوں یا مادوں جن میں خون اور خون کے دھبے، لعاب اور لعاب کے دھبے، دانت، بال، آنسو، بول و براز، ناک اور منہ کی رطوبتوں، منی اور منی کے دھبوں وغیرہ اور چھو جانے والی جگہوں اور سطحوں (Touch Evidence) سے حاصل کیے جاتے ہیں۔ اِن کو Biological Evidence/Samples کہتے ہیں۔

2. وہ نمونہ جات جو حوالے یا معیار کے لئے استعمال کیے جاتے ہیں۔ اِن کو Reference Evidence/Samples کہتے ہیں۔

ان تمام نمونہ جات کے حصول اور محفوظ بنائے جانے کے بعد ان کو ٹیسٹ کرنے والی لیبارٹریز/ تجربہ گاہوں میں منتقل کیا جاتا ہے۔ جہاں ان پر مزید تجربات کیے جاتے ہیں یا ان کو مزید محفوظ بنالیا جاتا ہے۔ محفوظ بنانے کے لیے ان نمونہ جات کو خشک اور ٹھنڈی جگہوں پر رکھا جاتا ہے۔

اگلے مرحلے میں ڈی۔این۔اے کو دیگر غیر ضروری اجزاء سے الگ کر لیا جاتا ہے۔ جس کے لیے کئی اقسام کے طریقہ ہائے کار استعمال میں لائے جاتے ہیں مثلاً مائع جاتی علیحدگی اور حصول (Organic / Liquid Phase Extraction) اور ٹھوس علیحدگی (Solid Phase Extraction) سر فہرست ہیں۔

ڈی۔این۔اے جب خالص حالت میں دستیاب ہو جاتا ہے تو اس کی مقدار اور معیار کی جانچ پڑتال کی جاتی ہے۔ جس کے بعد اس حاصل خالص شدہ ڈی۔این۔اے۔ سے مخصوص دہرائے جانے والے تسلسل کو مختلف خامروں (Enzymes) کے ذریعے سے الگ کر لیا جاتا ہے۔ جیسے Restriction Enzymes وغیرہ۔ پھر اس حصے کی کئی گنا کاپیاں بنائی جاتی ہیں۔ اس مخصوص عمل کو پی۔ سی۔ آر (PCR) کا نام دیا جاتا ہے۔ جو پولی میریز چین ری ایکشن کا مخفف ہے۔ اس عمل کے لیے جو مشین استعمال کی جاتی ہے، اس کو حراری سائیکلر (Thermal Cycler) کہتے ہیں۔ اس میں ایک مخصوص خامرہ جسے پولی مریز (Polymerase) کہتے ہیں، کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔

اس عمل کے بعد ان ڈی۔این۔اے۔(DNA) کے مخصوص حصوں کو جیل الیکٹروفوریسس (Gel Electrophoresis) یا کیپلیری الیکٹروفوریسس (Capillary Electrophoresis) کے ذریعے جدا کر لیا جاتا ہے جن کی بعد میں Autoradiography، Silver Staining اور Fluorescence Techniques کے ذریعے نشاندہی کی جاتی ہے۔

ان سارے مدارج سے گزرنے کے بعد ڈی۔این۔اے۔(DNA) کی سرسری تصویر حاصل ہو جاتی ہے، جسے DNA Profile یا DNA Fingerprints کہتے ہیں۔ جو مختلف بینڈز (Bands) یا اونچائیوں (Peaks) کی صورت میں ہوتا ہے۔ یہ ہر شخص کا منفرد اور مخصوص ہوتا ہے۔ اس طرح سے حاصل کردہ DNA Profiles یا DNA Fingerprints کو آپس میں میچ (match) کیا جاتا ہے۔ جن کے آپس میں میچ (match) ہونے یا نہ ہونے کی صورت میں مختلف قسم کے نتائج اخذ کیے جاتے ہیں۔[۵]

ڈی۔این۔اے ٹیسٹ کے استعمالات:۔

ڈی۔این۔اے ٹیسٹنگ کو کسی بھی جرم کے ملزم کی شناخت، گم شدہ افراد کی تشخیص، علم الانساب میں نسب کی تلاش اور ولدیت کی پہچان میں استعمال کیا جاتا ہے۔

اس مقصد کے لیے ڈی۔این۔اے ٹیسٹ کو جائے وقوعہ /جائے واردات سے ملنے والے ثبوتوں کے علاوہ ڈی۔این۔اے۔ڈیٹا بیس کو بھی بروئے کار لایا جاتا ہے۔ڈی۔این۔اے ٹیسٹنگ کو تقریبا99.9%تک مستند قرار دیا گیا ہے۔[٦]

ڈی۔این۔اے۔ٹیسٹ کی شہادت کے حوالے سے مندرجہ ذیل مکتبہ ہائے فکر کے علماء کے پاس ایک سوالنامہ ارسال کیا گیااوران سے اس سلسلے میں فتویٰ طلب کیا گیا۔

1. مفتی محمد زکریا، مفتی ضیاءالدین، دارالافتاء جامعہ الاشرفیہ، شارع فیروز پور روڈ لاہور، تاریخ: ۱۲دسمبر ۲۰۱۸ء
2. مفتی محمود اشرف، مفتی حسین احمد سیف، دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی، تاریخ: ۸ستمبر ۲۰۱۸ء
3. مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، صدر، دارالافتاء، ومنہاج القرآن انٹرنیشنل، دارالافتاء تحریک منہاج القرآن، 365۔ ماڈل ٹاؤن لاہور، تاریخ: ۲۹ستمبر ۲۰۱۸ء
4. مفتی محمد عمران حنفی، مفتی تنویر احمد ہزاروی، دار الافتاء، جامعہ نعیمیہ، علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور، تاریخ : ۱۲اگست ۲۱۰۸ء
5. مفتی حافظ عبدالعزیز، استاذ جامعہ سلفیہ و رکن فتویٰ کمیٹی جامعہ سلفیہ، دار الافتاء جامعہ سلفیہ فیصل آباد، تاریخ : ۱۲دسمبر ۲۰۱۸ء
6. مفتی سید محمود الفاروقی دارالافتاء، جامعہ مرکز علوم اسلامیہ، منصورہ لاہور، تاریخ: ۱۲اکتوبر ۲۰۱۸ء
7. مفتی محمد حسین سید، سربراہ ادارہ منہاج الحسین، ادارہ منہاج الحسین، جوہر ٹاؤن لاہور، تاریخ: ۲۹ستمبر، ۲۰۱۸ء
8. شعبہ دارالافتاء، حوزہ علیہ جامعہ المنتظر H بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور، تاریخ: ۲۶مئی ۲۰۱۸ء
9. ساجد حمید، المورد، ادارہ علم و تحقیق لاہور، ۲۵مارچ ۲۰۱۹ء

سوالنامہ:۔

سوال نمبر1: اگر شوہر پیدا ہونے والے بچہ کے نسب کی نفی کرے تو اس صورت میں لعان کرایا جانا چاہئے یا نو مولود کا ڈی۔این۔اے ٹیسٹ کرایا جائے تاکہ عورت اگر مطالبہ کرے تو اس سے تہمت کو دور کیا جا سکے۔شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

سوال نمبر2: ہسپتال میں اگر نو مولود بچوں کی شناخت کا مسئلہ ہو جائے تو ایسی صورت میں ٹیسٹ کی حجیت کی کیا صورت ہو گی؟ یا جنگ حالت میں بچوں کی شناخت کا مسئلہ ہو جائے تو کیا اس ٹیسٹ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟

سوال نمبر3: لاوارث لاشوں کی شناخت کے لیے ایسے ٹیسٹ کی قانونی و شرعی حیثیت کیا ہو گی؟

سوال نمبر 4: اگر ایک آدمی نے لقیط بچہ (گمشدہ بچہ) کو اپنے ساتھ جوڑ لیا اور پھر اس کے گھر والے بھی مل گئے اور ان کے پاس دلائل بھی ہوں تو ایسی صورت میں حقیقی باپ کی طرف بچہ کو منسوب کرنے کے لیے اس ٹیسٹ کو استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

سوال نمبر 5: زنا بالجبر اور زنا برضا کے ثبوت میں اس ٹیسٹ کی شرعی حیثیت کیا ہو گی؟

سوال نمبر 6: حدود قصاص (قتل) میں اس ٹیسٹ کی شرعی حیثیت کیا ہو گی؟

فتاویٰ کا تجزیہ:۔

سوال نمبر 1: اگر شوہر پیدا ہونے والے بچہ کے نسب کی نفی کرے تو اس صورت میں لعان کرایا جانا چاہئے یا نومولود کا ڈی این اے ٹیسٹ کرایا جائے تاکہ اگر عورت اگر مطالبہ کرے تو اس سے تہمت کو دور کیا جا سکے۔ شریعت کا اس بارے میں کیا حکم ہے؟

اس سوال کے جواب میں مختلف مکاتب ہائے فکر کے مفتیان کرام نے جو فتوے دیئے ان کا جائزہ اس طرح ہے :

اہل سنت والجماعت کا نقطۂ نظر:۔

(i) **دارالافتاء جامعہ اشرفیہ لاہور** کے

شریعت میں ثبوت نسب کے اصول مقرر ہیں۔ عورت کو جس مرد کے نکاح میں رہتے ہوئے ولادت ہو اور نکاح کے بعد چھ مہینے گزر چکے ہوں۔ اس بچے کا نسب اس مرد سے ثابت ہو گا۔ البتہ اگر شوہر پیدا ہونے والے بچے کے نسب کی نفی کرے تو اس صورت میں شرعی حکم یہ ہے کہ قاضی میاں بیوی سے لعان کی شرائط پائے جانے کے بعد شرعی طریقے سے لعان کرائے گا اور اس کے بعد میاں بیوی مین جدائی ہو جائے گی۔ اور یہ بچہ اس مرد کی طرف منسوب نہیں ہو گا۔ درحقیقت یہ لعان عورت کے حق میں حد زنا اور شوہر کے حق میں حد قذف کے قائم مقام ہے۔ لہٰذا اگر مرد کے نسب کے نفی کرنے کے بعد عورت اس کی تکذیب کرے تو ایسی صورت میں لعان کی دوسری شرائط پائے جانے کے بعد لعان ہی کرایا جائے گا اور ڈی این اے ٹیسٹ لعان کا متبادل نہیں قرار دیا جائے گا۔ تاہم اگر لعان کے بعد بیوی نومولود کے ڈی این اے ٹیسٹ کرانے کا دعویٰ کرے تو ایسی صورت میں ایک مسلمان پاکدامن عورت سے تہمت دور کرنے کے لیے ڈی این اے ٹیسٹ کرانا درست ہے۔

وقد جعل مشائخ دارالعلوم کراتشی و بعض مشائخ الهند بهذه البصمة من القرينة القاطعة كما حققها الشيخ خالد سيف الله رحمانى فى (جديد فقہی مباحث، ۱۵۸/۲۰)

وفى مجلة الاحكام العدلية: القرينة القاطعة احدأسباب الحكم ايضاً، القرينة القاطعة هى الأمارة البالغة حد اليقين مثلاً اذا خرج احد من دار خالية خائفا مدهوشا و فى يده سكين ملوثة بالدم فدخل فى الدار ورئى فيها شخص مذبوح فى ذلك الوقت فلا يشتبه فى كونه قاتل ذلك الشخص۔ (ص: ۳۵۳، المادة ۱۷۲۱)

۲۔ دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی ۸؎

مسئولہ صورت میں لعان کا حکم قرآن کریم میں وضاحت کے ساتھ موجود ہے، لہٰذا اسی حکم پر عمل ہوگا، نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے عہد مبارک میں قیافہ شناس لوگ موجود تھے۔ جن کا قیاس اور تجربہ اس دور میں تسلیم کیا جاتا تھا مگر ان حضرات نے اس کی طرف ذرا توجہ نہ دی بلکہ قرآن کریم کے صریح حکم پر ہی عمل کیا۔ نیز لعان میں شہادت حد کے قائم مقام ہوتی ہے اور حدود میں ان علامات کا اعتبار نہیں ہوتا۔

قال اللہ تعالیٰ :

وَالَّذِينَ يَرمُونَ أَزوَاجَهُم وَلَم يَكُن لَّهُم شُهَدَاء إِلَّا أَنفُسُهُم فَشَهَادَةُ أَحَدِهِم أَربَعُ شَهَادَاتٍ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۔وَالخَامِسَةُ أَنَّ لَعنَتَ اللهِ عَلَيهِ إِن كَانَ مِنَ الكَاذِبِينَ وَيَدرَأُ ۔عَنهَا العَذَابَ أَن تَشهَدَ أَربَعَ شَهَادَاتٍ بِاللهِ إِنَّهُ لَمِنَ الكَاذِبِينَ ۔ (النور ۶، ۷)

نتیجہ :۔

دیوبندی مکتب فکر کے مطابق :۔

۱۔ اگر شوہر پیدا ہونے والے بچہ کے نسب کی نفی کرے تو قاضی لعان کی دیگر شرائط پائے جانے پر شوہر اور بیوی میں شرعی طریقے سے لعان کرائے گا اور ڈی این اے ٹیسٹ لعان کا متبادل قرار نہیں دیا جائے گا۔

۲۔ لیکن اگر بیوی لعان کے بعد نومولود کا ڈی این اے ٹیسٹ کرانے کا دعویٰ کرے تو عورت سے تہمت کو دور کرنے کے لیے ایسا کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ نبی کریم ﷺ کے دور میں قیافہ شناس لوگ موجود تھے جن کا قیاس اور تجربہ اس دور میں تسلیم کیا جاتا تھا۔ مگر ان حضرات نے اس طرف ذرا توجہ نہ کی۔

دیوبندی فکر کے مطابق ڈی۔ این۔ اے۔ ٹیسٹ کو لعان پر مقدم نہیں کیا جائے گا اور ایسی صورت میں لعان کیا جائے گا۔

۳۔ دارالافتاء تحریک منہاج القرآن لاہور ۹؎

اگر شوہر پیدا ہونے والے بچہ کے نسب کی نفی کرے تو اس صورت میں لعان کرایا جائے گا کیونکہ ڈی این اے ٹیسٹ کرنے والے انسان ہوتے ہیں۔ پیسے لے کر رپورٹ تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔ جس کا نظارہ آج کے دور میں اکثر دیکھنے کو ملتا ہے کہ پیسے والے ہر روز لوگوں کے ضمیر کی سودے بازی کرتے ہیں اور اگر وہ شخص پیسے لینے پر راضی نہ ہو تو قتل کی دھمکیاں مل جاتی ہیں۔ لہٰذا ڈی این اے ٹیسٹ کاروائی میں فقط معاون ہو سکتا ہے۔ لیکن اس سے حتمی فیصلہ نہیں کیا جا سکتا۔ اگر ٹیسٹ کی مدد سے عورت تہمت سے بچ بھی جائے تو دوبارہ ان کا بطور میاں بیوی رہنا ممکن نہیں ہوگا کیونکہ دلوں میں نفرتیں اتنی سرایت کر چکی ہوں گی کہ ایک دوسرے کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔ لہٰذا اس صورت میں اسلام کا یہی حکم ہے کہ لعان کے بعد دونوں الگ الگ ہو جائیں اور کون سچا ہے کون جھوٹا اس کا فیصلہ بروز قیامت ہوگا۔

۴۔ دارالافتاء جامعہ نعیمیہ لاہور [10]

اگر شوہر الزام زنا کے ساتھ حمل یا وقت ولادت یا اس کے ایک دن یا دو دن بعد تک بچے کے نسب کا انکار کرے جبکہ عورت بھی مطالبہ کرے تو گواہ نہ ہونے کی صورت میں لعان کیا جائے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

وَالَّذِيْنَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاء إِلَّا أَنفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِيْنَ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِن كَانَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ وَيَدْرَأُ عَنْهَا الْعَذَابَ أَنْ تَشْهَدَ أَرْبَعَ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِيْنَ وَالْخَامِسَةَ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِن كَانَ مِنَ الصَّادِقِيْنَ ۔ (سورۃ النور آیات ۶ تا ۹)

''اور جو لوگ عورتوں کو تہمت لگائیں اور ان کے پاس اپنے بیان کے سوا گواہ نہ ہو تو ایسے کسی کی گواہی یہ ہے کہ چار بار گواہی دے اللہ کے نام سے کہ وہ سچا ہے اور پانچویں یہ کہ اللہ (عزوجل) کی لعنت ہو اس پر اگر جھوٹا ہو اور عورت سے سزا یوں ٹلے گی کہ وہ اللہ عزوجل کا نام لے کر چار بار گواہی دے کہ مرد جھوٹا ہے اور پانچویں بار یوں کہے کہ عورت پر اللہ عزوجل کا غضب اگر مرد سچا ہو''۔

الزام کی صورت میں ڈی این اے کے متعلق مفتی محمد نظام الدین لکھتے ہیں :

کسی پر زنا کا الزام ہو اور عورت کسی کے نکاح یا عورت میں نہ ہو اور ڈی این اے رپورٹ مثبت ہو تو پیدا ہونے والی بچی ملزم پر حرام قرار پائے گی۔ (مجلس شرعی کے فیصلے، ج ا، ص: ۴۲۴، ناشر دار النعمان)

نتیجہ :۔

بریلوی مکتب فکر کے مطابق

ا۔ اگر شوہر پیدا ہونے والے بچہ کے نسب کی نفی کرے تو لعان ہی کرایا جائے گا کیونکہ ڈی این اے ٹیسٹ کرنے والے بھی انسان ہیں جو پیسے وغیرہ لے کر رپورٹ تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔

۲۔ سورہ نور کی آیات ۶ تا ۹ میں لعان کا جو طریقہ بتایا گیا ہے وہی شرعی دیت ہے ٹیسٹ کروانے کی ضرورت نہیں۔

بریلوی مکتبہ فکر کے مطابق اگر شوہر پیدا ہونے والے بچے کے نسب کی نفی کرے تو لعان ہی کرایا جائے گا ڈی۔ این۔ اے۔ ٹیسٹ کی ضرورت نہیں۔

اہل حدیث نقطہ نظر

۵۔ دارالافتاء جامعہ سلفیہ فیصل آباد [11]

ڈی این اے ٹیسٹ کا لعان سے باز رکھنے کے لیے استعمال درست ہو گا۔ اس کی صورت یہ ہو گی کہ شوہر نے کسی شک کی بنیاد پر بچہ کے نسب کے لیے بیوی سے لعان کا عزم مصمم کر لیا ہے۔ اگر ٹیسٹ سے مشکوک بچے کا نسب ثابت ہو جائے تو اس پر بس کیا جائے گا ورنہ بصورت دیگر لعان ہو گا۔

ملاحظہ:۔

اگر ڈی این اے ٹیسٹ میں بچے کا نسب ثابت ہو بھی جائے تو یہ بات مکرر سوچی جائے کہ مرد کے مطمئن ہونے کے بعد کیا عورت اپنی ذہنی حالت پر برقرار رہ سکے گی؟ اور وہ اس خوشی سے جی سکے گی۔ جو اس ٹیسٹ سے پہلے تھی۔

بہر کیف مزاج شریعت یہی معلوم ہوتا ہے کہ اثبات نسب کے لیے بعض صورتوں میں اس ٹیسٹ سے استفادہ کیا جا سکتا ہے۔ مگر انکار نسب کے لیے اس سے گریز کیا جائے۔ علامہ ابن قدامہ فرماتے ہیں:

"النسب يحتاط لا لاثباته ويثبت بادنى دليل ويلزم الشديد فى نفيه"۔

ثبوت نسب میں احتیار برتی جائے اور ذرا سی دلیل ملنے سے نسب ثابت کیا جائے گا۔ مگر انکار نسب میں شدت اختیار کرنا ضروری ہے۔ (المغنی، ۱۲۷/۶)

نتیجہ

اہل حدیث مکتبہ فکر کے مطابق

۱۔ لعان سے باز رکھنے کے لیے ڈی این اے ٹیسٹ کروایا جا سکتا ہے اگر ٹیسٹ سے مشکوک بچے کا نسب ثابت ہو جائے تو ٹھیک ورنہ پھر لعان ہو گا۔

۲۔ شادی کے بعد چھ ماہ سے کم مدت میں پیدا ہونے والے بچے میں شک ہو گیا تو اس صورت میں بھی یہ ٹیسٹ کروایا جا سکتا ہے۔

اہل حدیث مکتبہ فکر کے نزدیک لعان سے باز رکھنے کے لیے لعان سے پہلے ڈی۔این۔اے۔ ٹیسٹ کرایا جا سکتا ہے اگر یہ رپورٹ بچے کا نسب ثابت کر دے تو پھر لعان کی ضرورت نہیں رہے گی لیکن بہتر یہی ہے کہ نفی نسب کے لیے لعان ہی کو طریقہ کار بنایا جائے۔

۶۔ دار الافتاء مرکز العلوم الاسلامیہ منصورہ لاہور [۱۲]

اس صورت حال میں ڈی این اے ٹیسٹ کرایا جا سکتا ہے۔ تاکہ عورت سے تہمت کو دور کیا جا سکے مگر اس بنیاد پر کسی کو حد نہیں لگائی جا سکتی۔

اہل تشیع کا نقطہ نظر

۷۔ **ادارہ منہاج الحسین لاہور [۱۳]**

اسلام جدید وسائل کے استعمال کا مخالف نہیں ہے۔ DNA ٹیسٹ کے ذریعے ان تمام سوالات میں مذکور امور کی مجہولیت کو جاننے کے لیے بطور معاون ثبوت کے استفادہ کیا جا سکتا ہے لیکن اس ٹیسٹ کو ہی بنیاد بنا کر حکم جاری کرنا کافی نہ ہو گا۔

۸۔ حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر لاہور ۱۴؎

DNA کی شرعی حیثیت کے بارے میں مختصراً اور جامع ترین ادلہ عقلیہ اور نقلیہ کی روشنی میں یہ ہے کہ اس کو بالجملہ رد کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی بالجملہ قبول کیا جا سکتا ہے۔ یعنی دلیل قطعی کے طور پر سو فیصد قبول کرنا بھی ٹھیک نہ ہے اور بطور موئد "دلیل ظنی کے طور پر رد کرنا سو فیصد بھی ٹھیک نہ ہے۔ جہاں نص موجود ہو وہاں اجتہاد بے کار ہے۔ جو قرآن نے ثابت کیا ہے وہ ثابت جس کی قرآن نے نفی کی ہے وہ منفی ہی رہے گے۔

نتیجہ

اہل تشیع کا نقطہ نظر

جہاں نص موجود ہو وہاں اجتہاد بے کار ہے۔DNA کو سو فیصد درست مانادلیل قطعی کے طور پر بھی درست نہیں اور سو فیصد دلیل ظنی کے طور پر رد کر دینا بھی ٹھیک نہیں ہے۔

ان کے نزدیک بھی ڈی۔این۔اے۔ ٹیسٹ کو لعان پر مقدم نہیں کیا جائے گا۔

۹۔ المورد، ادارہ علم و تحقیق لاہور ۱۵؎

اس فتویٰ کے مطابق لعان سے پہلے ڈی۔این۔اے۔ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ بینہ کے لغوی معنی ہر طرح کے ثبوت کے ہیں جو دلیل بن سکتا ہے۔ اسے گواہی تک تک محدود کرنا درست نہیں ہو گا۔ اس میں گواہی کے ساتھ ہر وہ ثبوت شامل ہے جو سچائی کا فیصلہ کرنے کے لیے دلیل بن سکے۔ لہٰذا ڈی۔این۔اے۔ ٹیسٹ، فنگر پرنٹس، حمل کا ٹھہرنا وغیرہ سب بینہ ہی ہیں۔

نتیجہ

اگر شوہر پیدا ہونے والے بچہ کے نسب کی نفی کرے تو اس صورت میں لعان سے پہلے ڈی۔این۔اے۔ ٹیسٹ کرایا جا سکتا ہے تاکہ عورت سے تہمت کو دور کیا جا سکے۔

سوال نمبر ۲ اور ۳ کا جائزہ

ہسپتال میں اگر نومولود بچوں کی شناخت کا مسئلہ ہو جائے تو ایسی صورت میں ٹیسٹ کی حجیت کی کیا صورت ہو گی؟ یا جنگی حالت میں بچوں کی شناخت کا مسئلہ ہو جائے تو کیا اس ٹیسٹ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے؟

لاوارث لاشوں کی شناخت کے لیے ایسے ٹیسٹ کی قانونی و شرعی حیثیت کیا ہو گی؟

ان دونوں سوالات کے جوابات مختلف مکاتب ہائے فکر کے نزدیک اس طرح ہیں۔

اہل سنت والجماعت

(i) دیوبندی مکتبہ فکر

۱۔ دارالافتاء جامعہ الاشرفیہ ۱۶؎

دوسرے سوال کاجواب:

اگر ہسپتال میں مختلف خواتین کے بچے پیدا ہوں اور بچوں کے مل جانے کی وجہ سے شک پیدا ہو گیا کہ کون کس کا بچہ ہے اور شرعی اصل کے مطابق مطلوبہ گواہی فراہم نہ ہو یا حادثات اور حالت جنگ کے مواقع پر بچے خلط ملط ہو جائیں اور شناخت میں دشواری ہو تو ایسی صورت میں ڈی این اے ٹیسٹ سے مدد لی جاسکتی ہے۔(الفقہ الاسلامی وادلتہ للزحیلی، ۷/۲۸۵۲)

تیسرے سوال کاجواب:

جب مسلمانوں اور کفار کی لاشیں خلط ملط ہو جائیں اور پہنچانی نہ جاسکیں تو فقہاء نے اس کی امتیاز کے لیے علامات کے ذریعے فیصلہ کرنا معتبر مانا ہے۔ لہٰذا اگر ایسی لاوارث لاشیں ہوں جن کا پتہ لگانا دشوار ہو تو ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے ان کی شناخت اور امتیاز کرنا درست اور معتبر ہے۔

۲۔ دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی ۱۷

دوسرے سوال کاجواب:

ہسپتال میں نومولود بچے ایک دوسرے میں مل گئے اور پہچان مشکل ہو گئی تو ایسی صورت میں اگر کوئی قطعی دلیل شناخت کی موجود نہ ہو تو ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر بچوں کی شناخت جائز ہے کیونکہ نسب کے معاملہ میں اگر ٹھوس اور قطعی دلیل موجود نہ ہو توان علامات کا شرعاً اعتبار کیا گیا ہے جن سے ظن غالب پیدا ہو جائے۔

تیسرے سوال کاجواب :

لاوارث لاشوں کی شناخت کے بارے میں یہ فتویٰ دیا گیا کہ :

اگر شناخت کی کوئی قطعی دلیل موجود نہ ہو تو ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ کا اعتبار ہو گا، جبکہ وہ رپورٹ درست ہو اور اس رپورٹ سے ظن غالب پیدا ہو جائے کیونکہ اس موقع پر شریعت مطہرہ نے ان علامات اور قرائن کا اعتبار کیا ہے جن سے ظن غالب پیدا ہو جاتا ہو۔

نتیجہ

دیوبندی مکتبہ فکر کے مطابق نومولود بچوں کی شناخت کے مسئلے میں اور لاوارث لاشوں کی شناخت کے مسئلے میں ڈی۔این۔اے۔ ٹیسٹ سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے اور اس شناخت کے لیے اس کا استعمال جائز ہو گا۔

بریلوی مکتب فکر

۳۔ دارالافتاء تحریک منہاج القرآن لاہور ۱۸

سوال نمبر ۲ کاجواب:

نئے نئے علوم ایجاد ہو رہے ہیں ان سے فائدہ ضرور ہونا چاہئے لیکن اس پر مکمل اعتماد وانحصار نہیں کیا جاسکتا۔

سوال نمبر ۳ کاجواب :

فائدہ ضرور لیں لیکن انحصار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ بندوں کے بکنے یا مجبور ہو کر رپورٹ تبدیل کرنے کا کوئی پتا نہیں چلتا۔

۴۔ دارالافتاء جامعہ نعیمیہ لاہور [۱۹]

سوال نمبر ۲ کا جواب:

ہسپتال یا حالت جنگ میں بچوں کی شناخت کے لئے ثبوت نہ ہونے کی صورت میں ڈی این اے ٹیسٹ سے استفادہ کرنے میں حرج نہیں۔ مجلس شرعی کے فیصلے میں لکھا ہے :

''یوں ہی چند نومولود بچے خلط ملط ہو کر مشتبہ ہو گئے جیسا کہ بسا اوقات زچہ خانہ میں ہو جاتا ہے تو ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعہ ان بچوں کا نسب متعین کیا جا سکتا ہے''۔ (مجلس شرعی کے فیصلے، ج۱، ص: ۴۲۴، ناشر دار النعمان کراچی)

سوال نمبر ۳ کا جواب:

لاوارث لاشوں کی شناخت عدم شواہد کی وجہ سے ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعہ کی جا سکتی ہے۔

نتیجہ

بریلوی مکتب فکر کے مطابق دیگر شہادتوں کے ساتھ اس معاملے میں ڈی۔ این۔ اے۔ ٹیسٹ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

اہل حدیث مکتب فکر

۵۔ دارالافتاء جامعہ سلفیہ فیصل آباد [۲۰]

سوال نمبر ۲ کا جواب:

ہسپتال میں نومولود بچے آپس میں مل جائیں اور معاملہ گڈمڈ ہو جائے تو ایسی صورت میں یہ ٹیسٹ قابل قبول ہو گا۔

سوال نمبر ۳ کا جواب:

حادثات یا جنگ میں بچے/لاشیں مخلوط ہو جائیں اور یقین کے ساتھ ان کے آباء کا پتہ نہ چل سکے تو یہ ٹیسٹ قابل قبول ہو گا۔

۶۔ دارالافتاء مرکز العلوم الاسلامیہ منصورہ لاہور [۲۱]

سوال نمبر ۲ کا جواب:

ان دونوں صورتوں میں اس ٹیسٹ سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر ۳ کا جواب :

لاوارث لاشوں کی شناخت کے لیے بھی اس سے مدد لی جا سکتی ہے۔

نتیجہ

اس صورت میں ڈی۔ این۔ اے۔ ٹیسٹ سے مدد لی جا سکتی ہے۔

اہل تشیع مکتب فکر

۷۔ ادارہ منہاج الحسین لاہور ۲۲

سوال نمبر ۲ اور ۳ کا جواب:

اسلام جدید وسائل کے استعمال کے مخالف نہیں ہے DNA کے ذریعہ ان تمام سوالات میں مذکور امور کی مجہولیت کو جاننے کے لیے بطور معاون ثبوت کے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔

۸۔ جامعۃ المنتظر لاہور ۲۳

اس فتویٰ کے مطابق لاوارث لاشوں اور بچوں کی شناخت میں اس ٹیسٹ کی مدد لی جاسکتی ہے۔

نتیجہ

اسلام جدید وسائل کے استعمال کا مخالف نہیں ہے لہٰذا ڈی۔این۔اے۔ٹیسٹ کے ذریعے ان معاملات میں مدد لی جاسکتی ہے۔

۹۔ المورد، ادارہ علم و تحقیق لاہور ۲۴

اس فتویٰ کے مطابق :

ہسپتال میں اگر نومولود بچوں کی شناخت کا مسئلہ ہو جائے یا جنگی حالت میں بچوں کی شناخت کا مسئلہ ہو جائے تو ڈی۔این۔اے۔ٹیسٹ سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔اسے گواہی کی طرز پر قبول کیا جائے گا بلکہ یہ گواہی سے زیادہ قوی بینہ ہے۔

نتیجہ

اس طرح اس فتویٰ کے مطابق لاوارث لاشوں کی شناخت کے لیے بھی اس ٹیسٹ کی حیثیت درست ہو گی۔

سوال نمبر ۴:۔

اگر ایک آدمی نے لقیط بچہ کو اپنے ساتھ جوڑ لیا اور پھر اس کے گھر والے بھی مل گئے اور ان کے پاس دلائل بھی ہوں تو ایسی صورت میں حقیقی باپ کی طرف بچہ کو منسوب کرنے کے لیے اس ٹیسٹ کو استعمال کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟

اس سوال کا جواب مختلف مکاتب ہائے فکر کے مطابق اس طرح ہے :

دیوبندی مکتب فکر

۱۔ دارالافتاء جامعہ الاشرفیہ کا فتویٰ ۲۵

لاوارث کے نسب کے بارے میں شرعی حکم یہ ہے کہ وہ مجہول النسب ہو گا اور اس کو کسی کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہو گا البتہ اگر کوئی شخص اس کے نسب کا دعویٰ کرے تو ایسی صورت میں بغیر بینہ کے یہ بچہ اس کو دیا جائے گا تاہم اگر دعویدار ایک سے زائد ہوں تو جس کے پاس شرعی گواہ ہو اسی کو دیا جائے گا۔تاہم اگر اس کے نسب کا کوئی دعویدار نہ ہو تو ایسی صورت میں ڈی این اے ٹیسٹ سے اس کے والدین کی شناخت کرنا درست ہے۔اس میں دلائل بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع سے دیئے گئے ہیں۔

۲۔ دارالافتاء جامعہ دارالسلام کراچی ۲۶

لقلیط جس شخص کی پرورش اور تربیت میں ہے وہ اگر یہ دعویٰ نہیں کرتا کہ یہ میرا بیٹا ہے اور کوئی دوسرا شخص دعویٰ کرتا ہے اور اس کے پاس شرعی نصاب شہادت کے مطابق گواہ بھی موجود ہیں تو اس دوسرے شخص کے گواہوں کے بیان کے مطابق اس کے حق میں فیصلہ ہوگا، اور اگر مذکور شخص بھی نسب کا دعویٰ کرے اور کوئی دوسرا شخص بھی لقلیط کے نسب کا دعویٰ کرے اور دونوں میں سے کسی کے پاس بھی شرعی نصاب کے مطابق شہادت موجود نہ ہو تو ایسی صورت میں ڈی این اے ٹیسٹ کی مستند رپورٹ پر عمل کیا جاسکتا ہے۔ جبکہ اس سے ظن غالب پیدا ہو جائے۔ کیونکہ اس صورت میں قرائن کا اعتبار کیا گیا ہے۔ دلیل فتاویٰ ھندیۃ سے لی گئی ہے۔

نتیجہ

دیوبندی مکتبہ فکر کے مطابق ایسی صورت میں لقلیط بچے کا نسب ڈی۔این۔اے۔ ٹیسٹ کے ذریعے متعین کیا جا سکتا ہے۔

بریلوی مکتب فکر

۳۔ دارالافتاء تحریک منہاج القرآن لاہور ۲۷

اس فتویٰ میں چوتھے سوال کا جواب یوں دیا گیا ہے کہ :

اگر دلائل موجود ہیں تو اس ٹیسٹ سے فائدہ لے لیا جائے لیکن پھر بھی حلف اٹھوانا لازم ہے۔

۴۔ دارالافتاء جامعہ نعیمیہ لاہور ۲۸

اگر والدین کے پاس گواہ ہوں تو پھر ڈی این اے ٹیسٹ کی ضرورت نہیں بصورت دیگر ٹیسٹ کے ذریعے منسوب کیا جا سکتا ہے۔ مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ ”جس بچے کے چند دعوے دار ہوں اور کسی کے پاس شرعی ثبوت نہ ہو تو ایسے بچے کا نسب ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے ان بچوں کا نسب متعین کیا جاسکتا ہے“۔ (مجلس شرعی کے فیصلے، ج ۱، ص: ۴۲۴ ناشر دار النعمان)

نتیجہ

اس مکتبہ فکر کے مطابق اگر دلائل موجود ہیں تو لقلیط بچوں کا نسب متعین کیا جا سکتا ہے لیکن پھر بھی حلف اٹھوانا لازم ہے۔

اہل حدیث مکتب فکر

۵۔ دارالافتاء جامعہ سلفیہ فیصل آباد ۲۹

دین اسلام نے سب کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا ہے۔ انسان کے حقوق میں سے ایک حق اس کے نسب کا تحفظ بھی ہے۔ اگر کوئی جان بوجھ کر اپنا نسب تبدیل کرے تو اس کے بارے میں سخت وعید ہے۔ فرمان نبوی ﷺ ہے :

"من ادعى الى غير أبيه وهو يعلم أنه غير أبيه فالجنة عليه حرام"۔ (صحیح بخاری: ۶۲۸۵)

جو جان بوجھ کر اپنی نسبت اپنے وال کے علاوہ کسی اور کی طرف کرے تو اس پر جنت حرام ہے"۔

اس فتویٰ کے مطابق ایک آدمی نے ایک لاوارث بچہ کو اپنے سے جوڑ لیا۔ پھر اس کے گھر والوں کا پتا چل گیا اور ان کے پاس دلائل ہیں۔ اس صورت میں بھی حقیقی باپ کی طرف بچہ کو منسوب کرنے کے لیے اس ٹیسٹ کا سہارا لیا جا سکتا ہے۔

نتیجہ

اس فتویٰ کے مطابق بچے کو حقیقی باپ کی طرف منسوب کرنے کے لیے اس ٹیسٹ کا سہارا لیا جا سکتا ہے۔

۶۔ **دارالافتاء مرکز العلوم الاسلامیہ منصورہ لاہور** ۳۰

جب دعویدار ایک ہے اور ان کے پاس دلائل بھی ہیں تو اس ٹیسٹ کی کیا ضرورت ہے؟ البتہ ایسی صورت میں اس سے مدد لی جا سکتی ہے اور دوسرے قرآئن و شواہد کے ساتھ اس پر فیصلہ کیا جا سکتا ہے۔

اہل تشیع مکتب فکر

۷۔ **ادارہ منہاج الحسین لاہور** ۳۱

اس ٹیسٹ کو بنیاد بنا کر حکم جاری کرنا کافی نہ ہوگا ہر صورت میں دوسرے انسانی شواہد اور عادل گواہوں کی گواہی کا ہونا بھی ضروری ہے۔

۸۔ **جامعۃ المنتظر لاہور** ۳۲

اس فتویٰ میں اس سوال کا کوئی خاطر خواہ جواب نہیں دیا گیا۔

سوال نمبر ۴ کا تجزیہ کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ :

دیوبندی مکتبہ فکر، بریلوی مکتبہ فکر، اہلحدیث مکتبہ فکر کے مطابق ایسی صورت میں لقلیط بچے کا نسب ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعے متعین کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اہل تشیع حضرات نے اس کا کوئی مستند جواب نہیں دیا۔

نتیجہ

اہل تشیع حضرات نے اس سوال کا کوئی مستند جواب نہیں دیا۔

۹۔ **المورد، ادارہ علم و تحقیق لاہور** ۳۳

اس فتویٰ کے مطابق لقلیط بچہ کا نسب ڈی۔ این۔ اے۔ ٹیسٹ سے ثابت کیا جا سکتا ہے اس کے نتیجے میں عدالت ڈی۔ این۔ اے۔ ٹیسٹ کی روشنی میں فیصلہ کی مجاز ہوگی۔

نتیجہ

لقلیط بچہ کا نسب ڈی۔ این۔ اے۔ ٹیسٹ کے ذریعے ثابت کیا جا سکتا ہے۔

سوال نمبر ۵ اور ۶

سوال نمبر ۵: زنا بالجبر اور زنا بالرضا کے ثبوت میں اس ٹیسٹ کی شرعی حیثیت کیا ہو گی؟

سوال نمبر ۶: حدود و قصاص میں اس ٹیسٹ کی شرعی حیثیت کیا ہو گی؟

اب مذکورہ بالا سوالات کے حوالے سے فتاویٰ پیش کرنے کے بعد نتیجہ اخذ کیا جائے گا۔

دیوبندی مکتب فکر

ا۔ دارالافتاء جامعہ الاشرفیہ کا فتویٰ ۳۴

اس کے مطابق پانچویں سوال کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ شریعت مطہرہ میں جرائم کے ثبوت کے لیے بینہ ہوتا ہے۔ شرعی شہادت بینہ کہلاتا ہے اسی طرح نکول، اقرار اور قسم سے بھی جرائم دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے۔ البتہ ڈی این اے ٹیسٹ کی حیثیت قرینہ کی ضرور ہے۔ چونکہ شریعت نے حد زنا کے لیے شریعت نے گواہی اور ثبوتوں کا معیار سب سے زیادہ سخت رکھا ہے اور شبہات کی بناء پر حدود کو ساقط قرار دینے کا حکم دیا اس لیے جب تک اقرار یا شرعی شہادت نہ ہو تب تک محض ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر زنا ثابت کرنے اور حد زنا جاری کرنا درست نہیں۔ البتہ بعض اوقات ایسے جرم کی تحقیق میں اس ٹیسٹ کی بنیاد پر نفسیاتی اثر ڈال کر حقیقی مجرم سے اقرار کرانا درست ہے۔

عن ابی هريرة: قال: قال رسول الله ﷺ "ادفعوا الحدود ما وجدتم له مدفعا"۔ (سنن ابن ماجہ، ۵۷۹/۳)

چھٹے سوال کا جواب اس میں اسطرح ہے :

حدود کے معاملے میں شرعی طور پر سخت معیار مد نظر رکھا گیا ہے اس لیے ایسے جرائم کی تحقیق جن پر حد شرعی یا قصاص واجب ہوتا ہو ڈی این اے ٹیسٹ سے ثابت کرنا درست نہیں۔ تاہم چونکہ اس کی حیثیت ایک قرینہ کی ضرور ہے اس لیے ایسے جرائم کے علاوہ دوسرے جرائم میں ڈی این اے ٹیسٹ سے مدد لینا درست ہے۔

۲۔ دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی ۳۵

اس فتویٰ میں سوال نمبر ۵ اور ۶ کا جواب اکٹھا دیا گیا ہے۔

ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر قطعی طور پر جرم ثابت نہیں ہو سکتا بلکہ جرم کے ثبوت کے لیے یا تو شرعی شرائط کے مطابق شہادت کا ہونا یا ملزم کی طرف سے شرعی طریقہ کار کے مطابق اقرار کا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا اگر شرعی شہادت موجود نہ ہو یا ملزم کی طرف سے شرعی طریقہ کار کے مطابق اقرار نہ پایا جائے تو قاضی محض ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر نہ حد کا فیصلہ کر سکتا ہے اور نہ قصاص کا کیونکہ شرعی طریقہ کار کے مطابق جرم ثابت ہی نہیں ہوا۔ البتہ ڈی این اے ٹیسٹ رپورٹ کی بنیاد پر تحقیق آگے بڑھائی جا سکتی ہے اور مسلمان جج اپنی صوابدید کے مطابق کوئی تعزیری سزا بھی جاری کر سکتا ہے۔

نتیجہ

دیوبندی مکتبہ فکر کے مطابق حدود و قصاص اور زنا شرعی شرائط کے مطابق شہادت کا ہونا یا ملزم کی طرف سے اقرار کا ہونا ضروری ہے۔ لہٰذا قاضی محض ڈی۔ این۔ اے۔ ٹیسٹ کی بنیاد پر حد جاری نہیں کر سکتا لیکن تعزیری سزا تجویز کر سکتا ہے۔

بریلوی مکتب فکر

۳۔ دار الافتاء تحریک منہاج القرآن لاہور[۳۶]

سوال نمبر ۵ کا جواب اس طرح ہے :

پہلے لڑکی لڑکے کا بیان لیا جائے گا اس سے کچھ شواہد مل جائیں یا پھر لڑکی کی عمر دیکھ لی جائے گی یا عینی شاہدین سے مدد لی جائے گی اور ڈی این اے ٹیسٹ بھی کچھ نہ کچھ معاون ثابت ہو سکتا ہے۔ لیکن مکمل اس پر انحصار نہیں کیا جا سکتا کیونکہ رپورٹ بنانے والے بھی انسان ہیں جو زنا بالجبر کر سکتے یہاں وہ جبر سے رپورٹ بھی تبدیل کروا سکتے ہیں۔ اسی طرح پھر مشکوک بندوں کو بذریعہ پولیس سزا دلوا کے بھی منہ کھلوایا جا سکتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

سوال نمبر ۶ کا جواب اس طرح ہے :

اسلام نے حدود و قصاص میں سزا کے طور پر کسی بے گناہ کو قتل ہونے سے بچانے کے لئے ہی اتنی سخت شرطیں رکھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس ٹیسٹ نے کسی انسان کی جان کا فیصلہ کرنا ہے۔ اس کو صرف معاونت کے طور پر استعمال کیا جائے گا لیکن اس پر مکمل انحصار نہیں کیا جا سکتا ہے۔

۴۔ دار الافتاء جامعہ نعیمیہ لاہور[۳۷]

سوال نمبر ۵ کے ضمن میں ان کا فتویٰ یہ ہے کہ حد زنا کے وجوب کے لیے چار عادل گواہوں کا ہونا یا اعتراف کرنا ضروری ہے ورنہ ڈی این اے ٹیسٹ کے ذریعہ تعزیری سزا ہو گی، حد نہیں۔

مفسر قرآن علامہ غلام رسول سعیدی کے مطابق :

"اگر میڈیکل رپورٹ سے یہ جرم ثابت بھی ہو جائے تب بھی یہ رپورٹ بہر حال ظنی ہے اس لیے حد جاری نہیں کی جائے گی۔ ہو سکتا ہے کہ تجزیہ کرنے میں کوئی خامی رہ گئی ہو یا کوئی غلطی لاحق ہو گئی ہو۔ اور مسلمان کی جان کی حفاظت قطعی ہے اور اس کو قتل کرنا حرام ہے۔ جب ظنی دلیل کا تقاضا قتل کرنا ہو اور قطعی دلیل کا تقاضا قتل نہ کرنا ہو تو قطعی دلیل کا اعتبار کرنا واجب ہے۔ اس لیے میڈیکل رپورٹ کی بناء پر اس کو رجم کرنا جائز نہیں۔ البتہ جس عورت نے کسی شخص کے خلاف زنا بالجبر کا دعویٰ کیا اور میڈیکل رپورٹ سے اس کے دعویٰ کی تصدیق ہو گئی اس عورت پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی۔

سوال نمبر ٦ کے لیے فتویٰ ہے کہ :

مفتی محمد نظام الدین رضوی برکاتی لکھتے ہیں کہ ''ڈی این اے کی رپورٹ سے زنا، سرقہ، قتل وغیرہ موجب حد و قصاص جرائم ثابت نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ شریعت نے زنا کے ثبوت کے لیے اقرار یا چار دین دار مردوں کی چشم دید شہادت اور دوسری حدود و قصاص کے لئے اقرار یا دو مردوں کی شہادت لازمی قرار دی ہے اور یہ رپورٹ نہ اقرار ہے نہ شہادت۔ لہٰذا ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ سے زنا، سرقہ، قتل وغیرہ موجب حدود و قصاص جرائم کا ثبوت نہ ہو گا۔ ہاں اس کی حیثیت قرینہ عقلیہ کی ہے اس لیے اس کی رپورٹ میں عضو یا جز کا نمونہ جس کا قرار پائے گا اس سے تفتیش ہو سکتی ہے۔ (مجلس شرعی کے فیصلے، ج ۱، ص: ۴۲۴ ناشر دار النعمان)

نتیجہ

بریلوی مکتبہ فکر کے مطابق حدود و قصاص اور زنا کے ثبوت میں ڈی۔ این۔ اے۔ ٹیسٹ کی حیثیت ظنی ہے۔ لہٰذا حد جاری نہیں کی جائے گی بلکہ تعزیری سزا دی جا سکتی ہے۔

اہل حدیث مکتب فکر

۵۔ دار الافتاء جامعہ سلفیہ فیصل آباد [۳۸]

سوال نمبر ۵ کا جواب اس طرح ہے :

زنا بالجبر میں ڈی این اے ٹیسٹ

زنا بالجبر میں ''ڈی این اے ٹیسٹ'' معتبر معلوم نہیں ہوتا۔ کیونکہ ایسے تو کوئی بھی زنا بالرضا کر کے زنا بالجبر کا دعویٰ دائر کر سکتا ہے۔ ہاں دیگر قرآئن سے اس کی مدد لی جا سکتی ہے۔ جیسے دیکھا جائے کیا مزاحمت کا امکان موجود ہے۔ اور مدعی کے جسم پر باندھنے یا مارنے پیٹنے کے نشانات، کپڑوں کا پھٹنا، بیہوشی کی ادویات یا نشہ آور اشیاء کا استعمال یا اس سانحہ کے بعد مدعی یا مدعیہ کا ذہنی ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونا۔

یوسف علیہ السلام کے قصے میں کوئی گواہ نہ تھا۔ تو قرینے سے ہی ان کی پاک دامنی ثابت ہوئی تھی۔ زنا بالرضا میں ''ڈی این اے ٹیسٹ'' زنا بالرضا میں اسے قرینہ کے طور پر تو پیش کیا جا سکتا ہے مگر فیصلے کا دارومدار اس ٹیسٹ پر ہونا مناسب نہیں۔ ہاں دیگر قرآئن سے اس کی مدد لی جا سکتی ہے۔ جیسے دیکھا جائے کیا دونوں کا آپس میں کوئی رابطہ یا ملاقات کا خصوصاً تنہائی میں ملاقات کا امکان تو نہیں یا فون کال اور میسجز کے ریکارڈ حاصل کر کے ان کے تعلق کی نوعیت کو جانچا جائے۔

سوال نمبر ٦ کے بارے میں فتویٰ یہ ہے کہ :

حدود و قصاص میں اس ٹیسٹ کو بطور قرینہ تو پیش کیا جا سکتا ہے یا پھر دوران تحقیق ملزم سے اقرار کروانے کے لیے بھی اس کا سہارا درست ہو گا۔ مگر اس کی بنیاد پر حدود و قصاص کے فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہو گا۔ حدود و قصاص کے لیے جو شرعی ضابطے مقرر ہیں یعنی ملزم کا اقرار یا گواہوں کا گواہی دینا، وہی معتبر ہوں گے۔

فرمان نبوی ﷺ ہے :

ادروؤا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان الامام ان یخطیٔ فی العفو خیر من ان یخطیٔ فی العقوبۃ۔ (ترمذی : ۱۴۲۴)

جہاں تک ممکن ہو سکے مسلمانوں سے حدود ہٹاؤ امام کا معاف کرنے میں غلطی زیادہ بہتر ہے کہ وہ سزا دینے میں غلطی کرے۔ یہ حدیث مرفوعاً ضعیف مگر کئی صحابہ کرامؓ سے موقوفاً صحیح منقول ہے۔(نیل الاوطار، ۱۳/۲/۷۰)

حدود و قصاص اور زنا کے حوالے سے یہ نکات بھی قابل غور ہیں کہ ڈی این اے ٹیسٹ کے لیے پاکستان میں موجود طبّی آلات اور مشینوں کے بارے میں بھی تسلی کی جائے کہ آیا یہ آلات اس ٹیسٹ کے لیے کارآمد اور قابل اعتماد ہیں بھی یا نہیں۔ نیز ٹیسٹ کرنے والا بھی انسان ہے۔اس سے غلطی کا صدور بھی ممکن ہے اور مالی بدعنوانی کا امکان بھی موجود ہے۔

ڈی این اے ٹیسٹ کرنے سے اگر کسی کا صحیح حق سلب ہو رہا ہو تو احتیاط ضروری ہے، نیز روزنامہ ”امت“ کراچی کی رپورٹ کے مطابق اس ٹیسٹ کی قیمت اکیس ہزار کے لگ بھگ ہے۔ گورنمنٹ نے زنا بالجبر کے کیسوں کی تفتیش کے لیے یہ رقم پولیس کے محکمے کے لیے مختص کی ہے۔ مگر پولیس والوں کا کہنا ہے کہ یہ رقم ملتی نہیں ہے اور ان کا مظلومین سے مطالبہ ہوتا ہے کہ وہ اپنی مدد آپ کے تحت یہ ٹیسٹ کرائیں۔

یہاں بھی مالی بدعنوانی کا اندیشہ نظر آرہا ہے۔(روزنامہ امت، ص:۳، ۳۱ جولائی ۲۰۱۸ء بروز منگل)

تو ڈر ہے کہ کہیں پیسے ہڑپ کرنے کے چکر میں جھوٹی رپورٹس نہ بنوائی جاتی ہوں۔

نتیجہ

اہل حدیث مکتبہ فکر کے مطابق حدود و قصاص میں اس ٹیسٹ کو بطور قرینہ تو پیش کیا جا سکتا ہے یا پھر دوران تحقیق ملزم سے اقرار کروانے کے لیے بھی اس کا سہارا درست ہوگا۔ مگر اس کی بنیاد پر حدود و قصاص کے فیصلے کرنا صحیح نہیں ہوگا۔اس کے لیے جو شرعی ضابطے مقرر ہیں انہی کا اعتبار کیا جائے گا۔

۶۔ دارالافتاء مرکز العلوم اسلامیہ منصورہ لاہور[۳۹]

سوال نمبر ۵ کا جواب اس طرح ہے :

اس ٹیسٹ سے بالجبر اور بالرضا کے درمیان فرق ثابت کرنا ممکن نہیں البتہ زنا کے ثبوت میں ملزمان کے تعین میں اس سے مدد لی جا سکتی ہے تاکہ اس الزام میں کوئی بے گناہ نہ پکڑا جائے۔ مگر صرف اس کی بنیاد پر ملزمان کو حد نہیں لگائی جا سکتی صرف تعزیری سزا ہو سکتی ہے۔

سوال نمبر ۶ کا جواب اس طرح ہے کہ :

صرف اس ٹیسٹ کی بنیاد پر کوئی حد جاری نہیں کی جا سکتی۔البتہ دوسرے قرآئن و علامات کے ساتھ ملا کر اس کی وجہ سے تعزیری سزائیں دی جا سکتی ہیں۔

اہل تشیع مکتب فکر

۷۔ ادارہ منہاج الحسین لاہور ۴۰

ڈی این اے ٹیسٹ کی بنیاد پر حد جاری نہیں کی جاسکتی۔ حدود و قصاص اور زنا میں بلکہ اس کے لیے دوسرے انسانی شواہد اور عادل گواہوں کی گواہی کا ہونا بھی ضروری ہے۔

۸۔ حوزہ علمیہ جامعۃ المنتظر لاہور ۴۱

سوال نمبر ۵ اور ۶ کا جواب اس طرح ہے :

اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے زنا کے اثبات کے بارے میں فرمایا:

وَاللاَّتِي يَأْتِينَ الفَاحِشَةَ مِن نِّسَآئِكُم فَاستَشهِدُوا عَلَيهِنَّ أَربَعةً مِّنكُم (النساء ۴: ۱۵)

چار گواہ اثبات زنا کے لیے فرماتے ہیں :

DNA Test اگر قطعی سوفی صد صحیح مان بھی لیا جائے تو ایک گواہ کے برابر تین اور گواہ کہاں سے پھر زنا بالجبر ہوا یا بالرضا ہے۔ ان مسائل میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ پھر یہ کہ اللہ تعالیٰ جو چار گواہ رکھے ہیں اس میں کئی حکمتیں ہیں۔ ایک یہ کہ انسان کی عزت محفوظ رہے اور جلدی سزا کی طرف نہ لے جایا جائے ساتھ ساتھ احادیث بھی ہیں کہ ادرؤ الحدود بالشبہات حدود کو شبہات سے رد کرو۔ یعنی سزائوں کی طرف نہ بڑھو۔ جہاں نص موجود ہو وہاں اجتہاد بے کار ہے۔

ایک اور اہم بات۔ خود سائنس اور ڈاکٹری تجربات اثبات و نفی میں رہتے ہیں کچھ دن ایک تحقیق رہتی ہے پھر نئی تحقیق سامنے آجاتی ہے۔ نیز اس کے موارد جن لوگوں کو سزائیں بھی دی گئیں وہ بعد میں غلط ثابت ہوئے ہیں۔ مشین کی خرابی، رشوت، دشمنی، ٹیسٹ کرنے والے کی ذاتی ترجیح، افسروں کا پریشر ایسی چیزیں ہیں جن کا احتمال پر آن رہتا ہے۔ اور یہ DNA Test کو قطعی دلیل بننے سے روکتے ہیں۔

نتیجہ

اہل تشیع کے مطابق بھی حدود و قصاص اور زنا کے ثبوت میں گواہ مقرر کئے جائیں گے۔ لہٰذا ڈی۔ این۔ اے۔ ٹیسٹ کی بنیاد پر حد جاری نہیں کی جاسکتی بلکہ اس کے لیے دوسرے انسانی شواہد اور عادل گواہوں کا ہونا بھی ضروری ہے۔

۹۔ المورد، ادارہ علم و تحقیق لاہور ۴۲

اس فتویٰ میں پانچویں سوال کا جواب اس طرح دیا گیا ہے :

زنا بالجبر اور زنا بالرضا میں ڈی۔ این۔ اے۔ ٹیسٹ کی رپورٹ کے نتیجے میں حد موقوف ہو گی اور جاری بھی ہو گی۔

سوال نمبر ۶ کا جواب یہ ہے :

حدود و قصاص کے معاملات میں اس ٹیسٹ کو بینہ کی حیثیت حاصل ہو گی۔اس کی بناء پر حدود نافذ ہوں گی اور اس کی بناء پر ملزم بری بھی ہوں گے۔البینہ ثبوت جرائم کے لیے ضروری ہے۔اسلامی شرائع میں گواہی عہد قدیم کی اکیلی بینہ تھی۔

نتیجہ

غامدی مکتبہ فکر کے مطابق حدود و قصاص اور زنا کے ثبوت میں ڈی۔این۔اے۔ٹیسٹ کی حیثیت بینہ کی ہے۔لہٰذا اس کی بنیاد پر یہ فیصلے بھی جائز ہوں گے۔

حاصل بحث

ان تمام سوالات کے حوالے سے نو فتاویٰ کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ نکالا جا سکتا ہے۔

اثبات نسب کے لیے اس ٹیسٹ کو اہمیت دی جا سکتی ہے اگر دیگر ذرائع موجود نہ ہوں تو گمشدہ بچوں اور لاوارث لاشوں کی شناخت کے لیے بھی یہ ٹیسٹ جائز ہے لیکن نفی نسب کے لیے ڈی۔این۔اے۔ٹیسٹ رپورٹ پر لعان ہی کو مقدم رکھا جائے گا۔ہاں اگر عورت مطالبہ کرے تو اس پر سے تہمت کو دور کرنے کے لیے ڈی۔این۔اے۔ٹیسٹ کروایا جا سکتا ہے اگر اس میں نہیں عورت بے گناہ ثابت ہو جائے تو پھر اس پر ختم کیا جائے گا اور لعان نہیں ہو گا یعنی لعان سے باز رکھنے کے لیے یہ ٹیسٹ کیا جا سکتا ہے۔لیکن حدود و قصاص میں اس کی حیثیت صرف قرینہ ہی کی ہے اور زنا بالجبر اور بالرضا میں بھی اسے قرینہ ہی سمجھا جائے گا۔البتہ غامدی مکتبہ فکر کا نقطہ نظر یہ ہے کہ تمام معاملات بشمول حدود و قصاص اور زنا بالجبر اور بالرضا میں ڈی۔این۔اے۔ٹیسٹ کی حیثیت بینہ کی ہے اور اس کی بنیاد پر حدود نافذ ہوں گی۔بچہ کے نسب کی نفی اور اثبات میں بھی اس کی حیثیت بینہ کی ہے۔اس ٹیسٹ کے ذریعے لعان سے پہلے بھی بچے کے نسب کو ثابت کیا جا سکتا ہے اور لاوارث بچوں کی لاشوں کی شناخت اس ٹیسٹ کے ذریعے کی جا سکتی ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1 Ralf Dahm, Friedrich Miescher and The Discovery of DNA, Max Plank Institute for Developmental Biology, Tubingen, Germany (2004), P.1

2 Rafique, M.K., Biochemistry, Third Edition 1989, The Caravan BookHouse,Lahore, Chapter 6, P. 224-256

3 Butler, J. M. (2014) Advance Topics in Forensic DNA typing, Elsevier, USA , P. 218,219

4 Lutz Roewer, A Review, DNA Fingerprinting in Forensics: Past, Present, Future, Investigative Genetics , 2013, 4:22 P. 1-10

5 Butler, J. M. (2014) Advance Topics in Forensic DNA Typing, Elsevier, USA , P. 1,2,6,7

6 Brown, T.A Gene Cloning & DNA Analysis, Sixth Edition, 2010, Wiley Blackwell, UK, P. 283-296

۷۔ مفتی محمد زکریا، مفتی ضیاءالدین، دارالافتاء جامعہ الاشرفیہ، شارع فیروزپور روڈ لاہور، تاریخ: ۱۲دسمبر ۲۰۱۸ ء

۸۔ مفتی محمود اشرف، مفتی حسین احمد سیف، دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی، تاریخ: ۸ ستمبر ۲۰۱۸ ء

۹۔ مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، صدر دارالافتاء و منہاج القرآن انٹرنیشنل، دارالافتاء تحریک منہاج القرآن، 365۔ماڈل ٹاؤن لاہور، تاریخ: ۲۹ ستمبر ۲۰۱۸ ء

۱۰۔ مفتی محمد عمران حنفی، مفتی تنویر احمد ہزاروی، دارالافتاء جامعہ نعیمیہ، علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور، تاریخ: ۱۲اگست ۲۰۱۸ ء

۱۱۔ مفتی حافظ عبدالعزیز استاذ جامعہ سلفیہ و رکن فتویٰ کمیٹی جامعہ سلفیہ، دارالافتاء جامعہ سلفیہ فیصل آباد، تاریخ : ۱۲فروری ۲۰۱۸ ء

۱۲۔ مفتی سید محمود الفاروقی خادم الحدیث والافتاء، جامعہ مرکز علوم اسلامیہ، منصورہ لاہور، تاریخ: ۱۲اکتوبر ۲۰۱۸ ء

۱۳۔ مفتی محمد حسین سید سربراہ ادارہ منہاج الحسین، ادارہ منہاج الحسین، جوہر ٹاؤن لاہور، تاریخ: ۲۹ ستمرب ۲۰۱۸ ء

۱۴۔ شعبہ دارالافتاء، حوزہ علیہ جامعہ المنتظر H بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور، تاریخ: ۲۶ مئی ۲۰۱۸ ء

۱۵۔ ساجد حمید، المورد، ادارہ علم و تحقیق لاہور، تاریخ ۲۵ مارچ ۲۰۱۹

۱۶۔ مفتی محمد زکریا، مفتی ضیاءالدین، دارالافتاء جامعہ الاشرفیہ، شارع فیروزپور روڈ لاہور، تاریخ: ۱۲دسمبر ۲۰۱۸ ء

۱۷۔ مفتی محمود اشرف، مفتی حسین احمد سیف، دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی، تاریخ: ۸ ستمبر ۲۰۱۸ ء

۱۸۔ مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، صدر دارالافتاء و منہاج القرآن انٹرنیشنل، دارالافتاء تحریک منہاج القرآن، 365۔ماڈل ٹاؤن لاہور، تاریخ: ۲۹ ستمبر ۲۰۱۸ ء

۱۹۔ مفتی محمد عمران حنفی، مفتی تنویر احمد ہزاروی، دارالافتاء جامعہ نعیمیہ، علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور، تاریخ: ۱۲اگست ۲۰۱۸ ء

۲۰۔ مفتی حافظ عبد العزیز استاذ جامعہ سلفیہ ورکن فتویٰ کمیٹی جامعہ سلفیہ، دار الافتاء جامعہ سلفیہ فیصل آباد، تاریخ :۲دسمبر ۲۰۱۸ ء

۲۱۔ مفتی سید محمود الفاروقی خادم الحدیث والافتاء، جامعہ مرکز علوم اسلامیہ، منصورہ لاہور، تاریخ:۱۲اکتوبر ۲۰۱۸ ء

۲۲۔ مفتی محمد حسین سید سربراہ ادارہ منہاج الحسین، ادارہ منہاج الحسین، جوہر ٹاؤن لاہور، تاریخ:۲۹ ستمبر ۲۰۱۸ ء

۲۳۔ شعبہ دار الافتاء، حوزہ علیہ جامعہ المنتظر H بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور، تاریخ: ۲۶ مئی ۲۰۱۸ ء

۲۴۔ ساجد حمید، المورد، ادارہ علم و تحقیق لاہور، تاریخ ۲۵ مارچ ۲۰۱۹

۲۵۔ مفتی محمد زکریا، مفتی ضیاء الدین، دار الافتاء جامعہ الاشرفیہ، شارع فیروز پور روڈ لاہور، تاریخ:۱۲دسمبر ۲۰۱۸ ء

۲۶۔ مفتی محمود اشرف، مفتی حسین احمد سیف، دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی، تاریخ:۸ ستمبر ۲۰۱۸ ء

۲۷۔ مفتی عبد القیوم خان ہزاروی، صدر دار الافتاء و منہاج القرآن انٹرنیشنل، دار الافتاء تحریک منہاج القرآن، 365۔ ماڈل ٹاؤن لاہور، تاریخ:۲۹ ستمبر ۲۰۱۸ ء

۲۸۔ مفتی محمد عمران حنفی، مفتی تنویر احمد ہزاروی، دار الافتاء جامعہ نعیمیہ، علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور، تاریخ : ۱۲اگست ۲۰۱۸ ء

۲۹۔ مفتی حافظ عبد العزیز استاذ جامعہ سلفیہ ورکن فتویٰ کمیٹی جامعہ سلفیہ، دار الافتاء جامعہ سلفیہ فیصل آباد، تاریخ : ۲دسمبر ۲۰۱۸ ء

۳۰۔ مفتی سید محمود الفاروقی خادم الحدیث والافتاء، جامعہ مرکز علوم اسلامیہ، منصورہ لاہور، تاریخ:۱۲اکتوبر ۲۰۱۸ ء

۳۱۔ مفتی محمد حسین سید سربراہ ادارہ منہاج الحسین، ادارہ منہاج الحسین، جوہر ٹاؤن لاہور، تاریخ:۲۹ ستمبر ۲۰۱۸ ء

۳۲۔ شعبہ دار الافتاء، حوزہ علیہ جامعہ المنتظر H بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور، تاریخ:۲۶ مئی ۲۰۱۸ ء

۳۳۔ ساجد حمید، المورد، ادارہ علم و تحقیق لاہور، تاریخ ۲۵ مارچ ۲۰۱۹

۳۴۔ مفتی محمد زکریا، مفتی ضیاء الدین، دار الافتاء جامعہ الاشرفیہ، شارع فیروز پور روڈ لاہور، تاریخ:۱۲دسمبر ۲۰۱۸ ء

۳۵۔ مفتی محمود اشرف، مفتی حسین احمد سیف، دار الافتاء جامعہ دار العلوم کراچی، تاریخ:۸ ستمبر ۲۰۱۸ ء

۳۶۔ مفتی عبد القیوم خان ہزاروی، صدر دار الافتاء و منہاج القرآن انٹرنیشنل، دار الافتاء تحریک منہاج القرآن، 365۔ ماڈل ٹاؤن لاہور، تاریخ:۲۹ ستمبر ۲۰۱۸ ء

۳۷۔ مفتی محمد عمران حنفی، مفتی تنویر احمد ہزاروی، دار الافتاء جامعہ نعیمیہ، علامہ اقبال روڈ گڑھی شاہو لاہور، تاریخ : ۱۲اگست ۲۰۱۸ ء

۳۸۔ مفتی حافظ عبد العزیز استاذ جامعہ سلفیہ ورکن فتویٰ کمیٹی جامعہ سلفیہ، دار الافتاء جامعہ سلفیہ فیصل آباد، تاریخ : ۲دسمبر ۲۰۱۸ ء

۳۹۔ مفتی سید محمود الفاروقی خادم الحدیث والافتاء، جامعہ مرکز علوم اسلامیہ، منصورہ لاہور، تاریخ:۱۲اکتوبر ۲۰۱۸ ء

۴۰۔ مفتی محمد حسین سید سربراہ ادارہ منہاج الحسین، ادارہ منہاج الحسین، جوہر ٹاؤن لاہور، تاریخ:۲۹ ستمبر ۲۰۱۸ ء

۴۱۔ شعبہ دار الافتاء، حوزہ علیہ جامعہ المنتظر H بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور، تاریخ:۲۶ مئی ۲۰۱۸ ء

۴۲۔ ساجد حمید، المورد، ادارہ علم و تحقیق لاہور، تاریخ ۲۵ مارچ ۲۰۱۹